© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

افسوس کہ آخر مولانا حسرت موہانی بھی چل بسے۔ مولانا کی شخصیت کا پیکر دو چیزوں سے بنا تھا ایک شعر و سخن اور دوسری سیاست۔ سیاست اس پیکر کے ساتھ جسم کی نسبت رکھتی تھی اس بنا پر جب جسم مٹی میں ملا تو سیاست بھی فنا ہو گئی لیکن شعر و سخن اس پیکر کی روح تھی جو مرنے کے بعد باقی رہتی ہے اس لئے حسرت کی شاعری اب بھی زندہ ہے اور زندہ رہے گی۔

مرحوم سیاست میں کبھی ایک روش پر قائم نہیں رہے۔ وہ کبھی کسی پارٹی میں شریک ہوئے اور کبھی کسی میں، ان کی سیاست کا آغاز کانگرس میں شرکت سے ہوا اور اس کا خاتمہ لیگ کے پُرجوش کارکن ہونے پر ہو گیا۔ ان دونوں کی درمیانی مدت میں سیاسی اعتبار سے وہ کبھی کسی روپ میں نظر آئے اور کبھی کسی جامہ میں دیکھے گئے لیکن ہر جگہ اور ہر مقام پر بیباک خلوص ان کا امتیازی وصف رہا یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں سے وہ سیاسی اختلاف رائے رکھتے تھے وہ بھی ان کی قدر کرتے اور ان کا احترام ملحوظ رکھتے تھے وہ خواہ کسی رنگ اور کسی بھیس میں ہوتے ان کا انداز قد الگ سے الگ پہچان لیا جاتا تھا۔ ملک کی جد و جہد آزادی میں ان کا اتنا بڑا حصہ ہے کہ اس جد و جہد کی کوئی تاریخ مرحوم کے شاندار تذکرہ کے بغیر کامل نہیں ہو سکتی۔ ایک زمانہ تھا کہ حسرت کا نام بچہ بچہ کی زبان پر تھا اور لوگ ان کے ایثار و قربانی، محنت و جفاکشی، برطانوی حکومت سے نفرت اور اس سلسلہ میں ان کی سخت ضد اور ہٹ کی داستانیں مزے لے لے کر اور جوش و مسرت کے ساتھ بیان کرتے تھے لیکن مرحوم کے یہ وہ اوصاف و کمالات ہیں جن کو لوگوں نے خود ان کی زندگی میں ہی بھلا دیا تھا اور وہ آخر میں "یوسف بے کارواں" ہو کر رہ گئے تھے۔

حسرت کی شاعری جو امٹ اور زوال ناآشنا ہے اس کا اصل جوہر حسنِ تغزل ہے انھوں نے اپنے تغزل میں میرؔ کا سوز و گداز، نسیمؔ کی سلاست و روانی اور جرأتؔ کی رنگینی و بے ساختگی ان تینوں کو اس طرح سمو دیا تھا کہ ان کی ترکیب و امتزاج سے حسرت کی شاعری کا ایک نہایت حسین و جمیل اور لطیف و دلکش مرقع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وجود میں آیا جو اپنے مخصوص رنگ کے اعتبار سے "با ہمہ" بھی تھا اور "بے ہمہ" بھی جو تغزل کی روایات کہن کا آئینہ دار بھی تھا اور ایک خاص قسم کی انفرادیت کا حامل بھی۔

اس شاعری کے خد و خال وہی پرانے تھے لیکن اس کے تیور سب سے انوکھے اور نرالے حسرت کے تغزل کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان کا حسن و عشق فرضی، وہمی اور محض خیالی نہیں ہے بلکہ زندہ و متحرک اور حقیقی و واقعی ہے۔ ان کی غزلیں پڑھ کر یہ محسوس نہیں ہوتا کہ شاعر کا دل حسن کے کسی ایسے ہیولیٰ کی زلفِ گرہ گیر کا اسیر ہو گیا ہے جو صورتِ جسمیہ سے مجرد ہے اور جس کا اس عالم آب و گِل میں کہیں وجود ہی نہیں بلکہ یہ صاف نظر آتا ہے کہ شاعر جس حسن و عشق کی محاکات کر رہا ہے وہ ہماری اسی دنیا کی مخلوق ہیں اور نہ صرف یہ کہ مخلوق ہیں بلکہ یہ بھی کہ ہم سے بہت قریب اور گویا کہ ہمارے پاس ہی ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب ایک اہل دل ان کا کلام پڑھتا ہے تو بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے کہ

میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

اس تغزل میں کہیں حسن سنجیدہ ہے اور متین اور کہیں شوخ و بیباک۔ کبھی غرور و تمکنت سے آشنا اور کبھی عشق کی نالہ سامانیوں سے اداس و غمگین کبھی غمزۂ پنہاں اور کبھی عشوۂ آشکار، کہیں شرم و حجاب اور خودداری و حیا آگینی اور کہیں جلوہ فروشی کی تمنا اور کرم پاشیوں کی آرزو اس کے بالمقابل عشق کا عالم بھی یہی ہے کہ کبھی انتہائی با ادب و پُر وقار اور کبھی سراپا نیاز و افتادگی۔ کسی جگہ محو تحیر اور پھر کبھی التفات حسن سے حوصلہ پاکر گستاخ و شریر، کہیں ہجوم غم و الم سے سرگریباں اور کہیں نوید کامیابی سے انجم بداماں پھر حسن و عشق میں جو راز و نیاز، چھیڑ چھاڑ، نوک جھونک گلہ و شکوہ۔ عتاب ظاہر اور التفاتِ پنہاں الزام آشکار اور انفعال پنہاں کی باتیں ہوتی ہیں حسرت نے ان سب کی محاکات اس طرح پر کی ہے کہ آنکھوں میں نقشہ پھر جاتا ہے اُن کا اگر کوئی قصور ہے تو یہ کہ جو باتیں پس پردۂ خلوت کہنے کی ہوتی ہیں وہ انھوں نے سر بزم کہہ ڈالی ہیں لیکن جہاں حسن کا عالم بقول غالب کے یہ ہو کہ

ہیں کتنے بے حجاب جو یوں ہیں حجاب میں

وہاں عشق کی کوئی ادا کتنے ہی نیاز مندی و عبودیت سہی کیوں حجاب میں رہے شاعر اگر واعظ بن جائے تو پھر وہ کم از کم تغزل کا شاعر نہیں رہتا بہر حال حسرت کے تغزل کی یہی وہ خصوصیت ہے جس نے ان کو تغزل

© rasailojaraid.com